ٹوٹ کے

برسو مجھ پر

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کردو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کردو

دھوپ ہی دھوپ ہوں میں ٹوٹ کے برسو مجھ پر
اس قدر برسو، مری روح میں جل تھل کردو

AN EROTIC NOVEL

منظر 1: شانِ بے نیازی

میں بس میں دوڑ کر چڑھا تھا... اس لیے نہیں کہ میں لیٹ ہو چکا تھا، اس لیے کہ جوانی کا زمانہ ہی ایسا ہوا کرتا ہے۔ لیکن ہمیشہ کی طرح چڑھ نہیں پایا، غلطی اندازے کی نہیں، بلکہ بس سروس کی تھی، جس ہینڈل کو پکڑ کے بالعموم چڑھا جاتا ہے، وہ ڈنڈا نہیں تھا۔۔۔ میں نے دل ہی دل میں بس سروس کو مہذب سی گالیاں دیں اور دروازے پر کھڑے ایک جوان کا بڑھا ہو ہاتھ تھام لیا۔ گیٹ پر کھڑا ہو گروپ ہنس پڑا تھا... میں بھی جھینپی سی ہنسی ہنس دیا۔

ان حالات میں اس گروپ کے ساتھ کھڑے ہو کر میں مزید خود کا مذاق نہیں اڑانا چاہتا تھا، سو اندر کی جانب بڑھنے کی سعی کرنے لگا۔

بڑی کشمکش کے بعد سب سے پیچھے پہنچ کر اوپر کے ہینڈل کو پکڑ کے میں کھڑا ہو گیا۔ سیٹ کے خالی ملنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کہ میرا چڑھنے کا اسٹاپ آنے تک ساری بس بھر چکی ہوتی تھی، اس لیے مجھے بھی بس میں دوڑ کر چڑھنے کی عادت ہو چلی تھی۔

ساری بس میں نازک اندام اور "خوش ذائقہ" لڑکیاں...... اور بقول ابن صفیؔ مرحوم "یلا یلیاں اور فل فلوٹیاں" بھری ہوئی تھیں، لیکن ان کی جنس کا پتہ صرف جسمانی ساخت اور منہ پر بندھے

اسکارف یا چادر سے ہو رہا تھا۔ میں نے آس پاس جائزہ لیا، زیادہ تر خواتین ہیں بھری تھیں، اور کھڑی ہوئی بھی خواتین ہی زیادہ تھیں۔ لیکن وہی اسکارف اور چادر میں پوشیدہ حسن! میں ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔

میرا ایک اصول مسلّم ہے، وہ یہ کہ آدمی کسی کی نظر خود پر محسوس کر کے اچھا یا برا نظر آنے کی کوشش نہ کرے۔ اچھا بھلا انسان بھی کسی لڑکی کو دیکھ کر کارٹون نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ میں خود میں مست رہنے والا انسان ہوں، اور رہنا بھی چاہتا ہوں۔

اسی اصول کی وجہ سے میں یہ خیال نہیں کرتا کہ میں کس کے سامنے اور کس صورتِ حال میں کھڑا ہوں۔

میں بائیں طرف کی سیٹ سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا، اور آگے دائیں جانب کی سیٹ سے ٹیک لگا کر ایک فلفلوٹی کھڑی تھی، چہرے پر سیاہ اسکارف یوں بندھا ہوا تھا کہ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ اسکی آنکھیں شفاف تھیں، جن میں ہلکا سا پانی تیر رہا تھا، اور اس میں قندیل سی جلتی نظر آ رہی تھی۔ ایسی آنکھوں کو شاعروں کی زبان میں روشن آنکھیں کہا جاتا ہے۔ میں نے لمحہ بھر کے اسے دلچسپی سے دیکھا اور پھر دوسری طرف دیکھ کر نصرت فتح علی خان کی طرز پر گنگنایا۔

خدا کے لیے چھوڑ دو اب یہ پردہ، کہ ہیں آج ہم تم نہیں غیر کوئی

فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن فعولن

مجھے دوسرا مصرع یاد نہیں آیا تھا، سو میں نے شعر کے وزن کے ارکان ہی گنگنا دیے تھے۔۔۔اور دوسرا مصرع یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

نوٹ:

To Listen Ghazal sung by Nusrat Fateh Ali Khan Mentioned in the Story, Type

" Tumhen dil lagi bhool jani pade gi" and search in google or youtube.

خدا کے لیے۔۔۔ ہمم ہم ہم ہم ہم ہم ممم۔۔۔میں منہ ہی منہ میں گنگناتے ہوئے دوسرا مصرع یاد کرنے کی پھر کوشش کی۔

کہ ہیں آج ہم تم نہیں غیر کوئی۔۔۔ کہ ہیں آج ہم تم۔۔۔۔

"آہم" سامنے کھڑی لڑکی کھنکھاری تھی۔ میں نے اس کی جانب دیکھا۔اس کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں،اور نظریں مجھ پر مرکوز تھیں۔

اس کی شرارت سمجھ کر میں خجل سا ہو گیا۔اور پھر سے فعولن فعولن کی رٹ ٹھوکنے لگا۔۔۔

"شبِ وصل بھی ہے حجاب اس قدر کیوں" لڑکی آہستہ سے بولی،اس کی آنکھیں اب بھی مسکرا رہی تھیں۔

"اوہ ہاں!" میں گڑبڑایا۔ "جی جی بالکل بالکل!"

شبِ وصل بھی ہے حجاب اس قدر کیوں، ذرا رخ سے آنچل اٹھا کر تو دیکھو

میں نے کسی طوطے کی طرح ہانک لگائی۔ آنکھوں کی چمک کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

میں نے خود کو پر سکون کرنا چاہا۔ ریلیکس یار ریلیکس، میں نے خود سے کہا۔۔ "اچھا بھلا انسان بھی کسی لڑکی کو دیکھ کر کارٹون نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ میں خود میں مست رہنے والا انسان ہوں، اور رہنا بھی چاہتا ہوں۔" میں نے خود کو اپنا ہی اصول یاد دلایا، اور میرا کانفیڈنس لیول پھر سے ہائی ہو گیا، گویا کہ گرمی میں تھرما میٹر پر پارہ ہائی ہو گیا ہو۔

میں نے اس سے نظر پھیر لی اور دوسری طرف دیکھا، کنکھیوں سے پھر اس کے باپردہ چہرے کو یک لحظہ دیکھا۔۔ اور پھر سے گنگنانے لگا۔۔۔

خدا کے لیے چھوڑ دو اب یہ پردہ، کہ ہیں آج ہم تم نہیں غیر کوئی
شبِ وصل بھی ہے حجاب اس قدر کیوں، ذرا رخ سے آنچل اٹھا کر تو دیکھو

شعر کی تکمیل پر میں نے پھر اس کی جانب دیکھا تھا، تاکہ اس کا ردِ عمل دیکھ سکوں۔۔۔ لیکن ہائے! اس کی آنکھوں کی چمک نے گویا مقابل کو تسخیر کرنے کی قسم اٹھا رکھی تھی۔ آنکھیں پھر مسکرا رہی تھیں۔۔۔ میں پھر جھینپ گیا۔

"وہ جی! آپ۔۔۔۔ آپ نے یہ کہاں سنی تھی؟" میں ہکلایا۔

"کیا؟" آنکھوں میں سوالیہ نشان ابھرا۔

"وہ جی! یہ جو آپ نے جی کہا وہ، مصرع جی" میں نے بمشکل تھوک گھونٹا۔

"جی؟" آنکھوں کے سوالیہ نشان کی تعداد میں اضافہ ہو تھا۔

مجھے خود بھی اپنے الفاظ کے بے ڈھب انداز پر تاؤ آرہا تھا۔ لعنت ہے۔۔۔میں نے خود کو کوسا۔ اتنی اچھی اردو رہنے کے بعد بھی تیری گفتگو کے انداز اور جملوں کی بناوٹ۔۔۔لعنت لعنت۔

اچھا بھلا انسان بھی کسی لڑکی کو دیکھ کر کارٹون نظر آنے لگتا ہے، چنانچہ میں خود میں مست رہنے والا انسان ہوں، اور رہنا بھی چاہتا ہوں۔ میرے دماغ نے پھر سگنل بھیجا۔

"تیری بے عزتی ہورہی ہے، سالے بےوقوف بندر! اپنی اردو کا رعب تو جماتا جا۔۔۔" دل نے احتجاج کیا۔

اور پھر سامنے جب ایسی حسین (جس کے حسن کا اندازہ بھی نہ لگایا گیا ہو) یلا یلی اور فل فلوٹی موجود ہو تو بات تو دل ہی کی مانی جانی تھی۔ میں خود کی جنگ سے فرصت پا کر اس کی جانب متوجہ ہوا۔

"جی میرا مطلب تھا، آپ نے یہ شعر کہاں سے سنا ہے جو آپ نے مکمل کر دیا؟" میں نے کہا۔

"وہ کیا ہے نا جی آپ کی حالتِ زار دیکھ کر جی خود ہی کسی نے میرے کان میں جی شعر پھونک دیا تھا جی" آنکھیں مسکرائیں تھیں۔

صاف ظاہر تھا کہ جی جی کے استعمال سے اس نے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کی ہے۔

" ویسے۔۔۔ آپ کی آواز اچھی ہے!" میرے چہرے کے تاثرات نے اسے شاید میری ناگواری کا پتہ دے دیا تھا۔۔۔ تبھی تو مکھن لگایا گیا۔

"شکریہ" میں نے منہ ٹیڑھا کیا۔۔۔ اور دل ہی دل میں خود پر لعنت بھیج کر اس پردہ نشین پر لعنت کاپی پیسٹ کر دی۔

"میں نے یہ غزل نصرت فتح علی خان سے سنی ہے۔۔۔" اس نے بات بنائی۔

" اوہ اچھا! میں نے بھی سنی ہے، انہیں سے سنی ہے" دماغ نے پھر اصول و ضوابط یاد دلائے تھے، لیکن میں نے اسے ڈانٹ کر چپ کر دیا تھا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ (ہم دونوں کے درمیان، ورنہ بس خاموش نہیں رہتی) اس وقفے میں ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھتے رہے۔ بلکہ وہ مجھے اور میں اس کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔۔۔ نمی لیے ہوئے، لو دیتے ہوئے چمک دار روشن آنکھیں۔

"آپ کو سب سے اچھا شعر اس غزل میں کون سا لگا؟" میں نے بات بڑھائی۔

"سبھی اچھے ہیں" اس نے شانے اچکائے۔ "پہلا ہی شعر اچھا ہے۔۔۔ دوسرا بھی۔۔۔ اور آپ نے جو سنایا وہ بھی۔۔۔ اور اس کے بعد والا بھی۔۔۔ اور۔۔۔۔"

"آپ نے تو سارے ہی گنا دیے"

"ہاں! ہیں ہی جو سارے اچھے اشعار"

"آپ کا ذوق ہے شاعری یا ایسے ہی سن لیا تھا؟"

"ارے! ایسا ویسا۔ آئی لو پویٹری" وہ جذباتی ہوئی۔

"ہمم۔" میں مسکرایا۔ کچھ بھی ہوتا، میرے ذوق کو ٹکر دینے والا تو کوئی شاید ہی ہو گا۔ کالج آنے میں ابھی تقریبا دس منٹ کا سفر تھا۔ میں نے آس پاس دیکھا۔۔۔ کچھ نوجوان ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ کچھ نے کانوں سے ہیڈ فون لگائے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑکی سے باہر جھانک رہے تھے۔ میرے عین پیچھے جو سیٹ تھی، اس پر بھی ایک فل فلوٹی (بقول قاسم۔۔۔ ابنِ صفی کا مزاحیہ کردار) بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ گود میں تھے، نازک مخملی ہاتھ۔

میں نے اس وقت نوٹس کیا۔۔۔ اس کے مخملی بازو اور سڈول کندھے میری تشریف (آپ سمجھتے ہوں گے، تشریف کا مطلب) کو چھو رہے تھے۔۔۔ میں نے پیچھے دیکھا، ایک نوجوان مسکراتی نظروں سے میری جانب دیکھ رہا تھا۔ میں جلدی سے آگے کھسک گیا۔

"تو آپ کو شاعری پسند ہے" میں پھر ان حسین آنکھوں کی جانب متوجہ ہوا۔

"ہاں جی" آنکھیں مسکرائیں۔

"سنایئے کچھ" میں بھی مسکرایا

"نہیں!"

اس کے واضح انکار سے میں سٹپٹایا۔

"آپ کی پسند کے کچھ اشعار" میں نے آنکھ جھپکائیں۔

"ابھی آپ سنائیں، میں پھر کبھی سناؤں گی" اس کی آواز میں بڑی سیکس اپیل تھی۔

"پھر کب؟ ہم کیا رشتہ دار ہیں جو روز ملیں گے؟" میں نے منہ ٹیڑھا کیا۔

"ہاں" مجھے لگا وہ مسکرائی ہے۔

"اوہ وہ کیسے!" میں نے استفسار کیا۔

لیکن پھر میری نظر اس کے یونیفارم پر پڑی تو خود بخود سمجھ آگئی۔۔۔ وہ ہمارے ہی کالج میں تھی۔

"آپ کیا پڑھتی ہیں؟ میرا مطلب ہے کیا اسٹریم (برانچ) ہے"

"میں آئی ٹی میں ہوں"

"اوہ۔ بڑی خوشی کی بات ہے" میں ایکسائیٹیڈ ہوا۔۔ "میں کمپیوٹر سائنس میں ہوں"

"اچھا" مختصر سا جواب ملا۔ اب وہ دوسری جانب دیکھنے لگی تھی، مجھے لگا گویا میں اتنی دیر سے کسی اور سے بات کر رہا تھا۔۔

واہ رے بے نیازی۔۔۔ میں جھنجھلایا۔۔ آنکھ چرا کر پھر اسے دیکھا، وہ محویت سے باہر دیکھ رہی تھی گویا کوئی دلچسپ پورن مووی دیکھ رہی ہو۔

لعنت۔ میں نے خود پر پھر لعنت بھیجی۔۔۔ اور دائیں جانب کی کھڑکیوں سے باہر دیکھتے ہوئے گنگنانے لگا۔

هم چھین لیں گے تجھ سے یہ شانِ بے نیازی
مستفعلن فعولن مستفعلن فعولن

آج پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا، اشعار یاد ہی نہیں آرہے تھے، میں نے پھر سے دوسرے مصرع کی جگہ اس کے وزن کے ارکان چپکا دیے۔ پھر کنکھیوں سے اُسے دیکھا۔۔۔۔ اُس نے مجھے دیکھا۔۔۔ میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔۔۔

آنکھیں۔۔۔۔

مسکرا رہی تھیں!!!

منظر 2: استانی

"سن تو یار! بڑا پیارا شعر ہے" میں نے پھر اسے شعر سنانے کی کوشش کی۔

"اوئے لعنت بھیج تجھ پر اور تیری اردو پر۔۔۔۔جب دیکھو شعر شعر کرتا رہتا ہے" اشعر نے ناک بھوں چڑھائی۔

"زبان سنبھال کے ذرا۔۔۔اردو کو کچھ کہا تو۔۔۔۔" میں نے اسے نا قابلِ اشاعت دھمکی دی۔

"ابے تو ہاں۔۔۔کیا ملے گا اردو اردو۔۔۔کر کے۔" اس نے معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا۔ "اردو سب کو آتی ہے یار۔۔۔تو سمجھتا نہیں ہے۔ انگلش پر زیادہ توجہ دے۔۔۔جس طرح میں نے کلاس لگائی اور مجھے تو سمجھ آگیا۔۔۔انگریزی آئے گی تو باہر جاکر عیش کریں گے۔۔۔کمپیوٹر سائنس میں باہر جانے کے بہت چانس ملتے ہیں۔۔۔سنا نہیں ہماری میم کہ رہی تھیں، انگلش میں بات کیا کرو۔" اس نے وضاحت دی۔

"اردو سب کو آتی ہے؟؟؟ اچھا۔ اور انگریزی تجھے آتی ہے؟؟؟ اچھا۔" میں نے اس کا مضحکہ اڑایا۔۔۔

"کمینے" اس نے دھموکہ جڑا۔

"تمہاری انگلش بھی مجھے پتہ ہے بیٹے۔۔۔ صرف گندے ناولز پڑھنے تک اور گالیاں دینے تک محدود ہے" میں نے زبان چڑھائی۔

" تیری۔۔۔۔۔۔" اس نے خالص دیسی گالیاں دیں اور اپنی انگریزی دانی کا ثبوت پیش کیا۔

"ہونہہ" میں نے اسے اور جلایا۔

"تو اپنے آپ کو بڑا توپ سمجھتا ہے سالے! یو نو انگلش بیٹر دین می You know English Better than me

"Yes, I do!"

" Hah! You are a True A** Fuc***r"

" Here comes the English YOU KNOW actually"

" What do you think, you can overcome on me in English?"He bent his mouth.

"Grammatical Mistake…… you should have to say 'you can BEAT me in English'…"

"مادر۔۔۔۔" وہ پھر دیسی جون میں واپس آگیا اور ناقابلِ اشاعت الفاظ میں گستاخی کی۔

"یس آئی نو۔۔۔اٹ ٹرانلیٹز ان ٹو انگلش ایز Mother۔۔۔۔اینڈ آئی ڈونٹ وانٹ ٹو ٹرانسلیٹ دی سیکنڈ ورڈ۔" میں نے انگریزی ہی میں جواب دیا۔

"حرامی" وہ بدبدایا۔

"سیم ٹو یو" میں مسکرایا۔

کھڑے ہوتے ہوتے اس نے میری ران پر چٹکی کاٹی۔۔۔۔لیکچرر کلاس میں داخل ہو رہی تھیں۔۔۔

میں سی کر کے رہ گیا۔

"وقاص اس کا——— دیکھ" اشعر پھسپھسایا۔۔۔

"ہمم، روز وہی تو دیکھتا ہوں یار" میں نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"شی از سو چ ہاٹ۔۔۔۔Fu**ing Hot" وہ اپنا———سہلاتے ہوئے بولا۔

"یس شی از۔" میں نے میڈم تانیہ کے نرم گرم گیندوں کو دیکھتے ہوئے تائید کی۔

اور پھر سارا لیکچر ہم میڈم تانیہ ہی کو دیکھتے رہے۔۔۔انتہائی انہماک کے ساتھ۔۔۔

لیکن!

منظر 3: باتھ روم

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔۔ آآہ آہ آہ آہ۔۔۔اممم امم ممم یاہ اوہ اوہ"

وہ گھر میں اکیلی تھی۔امی ابو کسی کے ہاں بیمار پرسی کے لیے گئے تھے۔۔۔اور اسے فون کر کے بتایا تھا کہ میزبان نے اصرار کر کے انہیں رات کے کھانے تک روک لیا ہے۔ بہن کالج میں تھی۔۔۔اور بھائی اپنے شاپ پر۔

آج کالج جا کر کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔پانچ لیکچرز میں سے دو پریکٹکلز کے تھے۔۔۔اور پریکٹکل والے سر چھٹی پر تھے، ایک ٹیچر راؤنڈ پر گئی ہوئی تھیں، اور باقی دو ایویں سے پریڈ تھے۔۔۔۔اس کی کلاس نے ماس بنک ڈیسائیڈ کر لیا تھا۔۔۔سو آج وہ گھر ہی پر تھی۔

اور جب اسے گھر میں تنہائی کا موقع ملا تو وہ انتہائی ایکسائیٹیڈ ہو رہی تھی۔بھائی بہن پہلے ہی نکل چکے تھے، امی ابو کے جاتے ہی اس نے کانپتے ہاتھوں سے دروازہ لگایا۔۔۔جلدی جلدی اوٹ پٹانگ ناشتہ کیا۔۔۔جوش کی وجہ سے اس کے اعضاء کانپ سے رہے تھے۔۔۔اس نے احتیاط سے ساری کھڑکیاں بند کیں۔۔۔اور چھت کو جانے والا دروازہ کھول کر وہیں چوکھٹ پر بیٹھ گئی۔اوپر

چھت پر جھانکا۔۔۔ہو کا عالم تھا۔۔۔ ٹہلنے کے انداز میں چھت پر معائنہ کیا کہ کوئی اور عمارت کی چھت پر کوئی موجود تو نہیں ہے۔۔۔۔ کوئی نہیں تھا۔

ٹیرس پر سے جھانکا۔نیچے گلے میں لوگ آجا رہے تھے۔اس نے پیچھے دیکھا۔۔۔ پیچھے کے مکان کی چھت پر بھی کوئی نہیں تھا۔۔۔

نیچے لوگوں کو آتا جاتا دیکھتے ہوئے اس نے دھیرے سے اپنی شلوار کا ازار کھولا۔۔۔ازار کھلتے ہی شلوار اترنے کو بے تاب ہوئی تھی۔

وہ اسی طرح کھلے ازار کے ساتھ دھیرے دھیرے چلتی ہوئے دروازے کی طرف واپس ہوئے۔۔۔ شی واز سو ایکسائیٹیڈ۔۔۔ شلوار نیچے پھسلتی جا رہی تھی۔۔۔دروازے تک پہنچتے ہوئے اس کی شلوار نیچے گری۔۔۔اس کی ٹانگیں عریاں ہو گئیں۔ چھت کے دروازے کی چوکھٹ پر پاؤں لٹکا کے وہ بیٹھ گئی۔۔۔شلوار سیڑھیوں پر پھینک دی۔۔۔ایک بار پھر پیچھے مڑ کر دیکھا۔۔۔اسے ایسی جگہ بیٹھ کر جہاں وہ کسی کی نظروں میں آسکتی ہو۔۔۔خود لذتی کا بے انتہا جنون تھا۔۔۔

گھر والوں نے آج اسے تنہائی کا موقع فراہم کر کے اس کی فینٹاسی Fantasy پوری کرنے کا چانس دیا تھا۔

بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی برہنہ ٹانگوں کو دیکھا۔۔۔ ایکسائٹمنٹ اور بڑھ گیا تھا۔۔ اس نے ابھی قمیض نہیں اتاری تھی۔۔۔ وہ کھڑی ہوئی۔۔ اور سیڑھیوں کی ریلنگ سے ٹیک لگا کر اس نے اپنی قمیض کے اوپر ہی سے اپنی پینٹی کے مقام کو سہلایا۔۔۔ امیزنگ۔۔۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی۔۔۔ اور سیڑھیاں اترتے ہوئے مسلسل اپنی درمیانی انگلی سے پینٹی پر مسلتی رہی۔۔۔ سیڑھیاں ختم ہونے پر اس نے اپنی انگلی کی جگہ کی قمیض کو دیکھا۔۔۔

وہ اس جگہ۔۔۔ کچھ۔۔۔ نم ہو گئی تھی!

ایکسائٹمنٹ اور بڑھ گیا تھا۔۔۔

شی ان ڈریسڈ ہر سیلف فرام ٹاپ۔۔۔ اس نے قمیض اتار دی تھی۔ قمیض اس نے آخری سیڑھی پر پھینک دی۔۔۔ اوپر کی پہلی سیڑھی پر اس کی شلوار پڑی تھی۔۔۔ اور نیچے کی آخری پر اس کی قمیض۔۔۔ چھت کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔۔۔ وائیڈ اوپن۔

"اگر کوئی چھت پھلانگ کے چھت پر آ چڑھے۔۔۔ کوئی چور ہی سہی۔۔۔ اور پھر چھت سے گھر میں داخل ہو کر۔۔۔ میری شلوار دیکھے۔۔۔ پھر میری قمیض۔۔۔ اور میں یہاں فنگرنگ کرتی رہوں۔۔۔ اس کا کیا ردِ عمل ہو گا۔۔۔ اوہ ہ ما ا ائی گا ا ا اڈ!" اس نے بے ساختہ اپنی درمیانی انگلی کو پھر سے اپنی پینٹی پر رکھا تھا۔۔۔

ایکسائٹمنٹ اور بڑھ گیا تھا۔۔۔

وہ اب بلیک برا اور پینٹی میں ملبوس تھی۔۔۔جوش کے مارے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔۔وہ ہیں آخری سیڑھی کی طرف رخ کر کے، اس پر پیر چڑھا کر ہلکا سا لیٹ گئی۔۔۔۔پھر کچھ سوچ کر سر کے نیچے دو تکیے لے آئی۔۔۔پھر اوپر کے کھلے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئی اپنا ہاتھ پینٹی پر سے اپنے شگافِ فرج پر مسلنے لگی۔۔۔۔

"اوہ" اس کے منہ سے آہ نکلی۔ اس نے دوسرا ہاتھ اپنے نرم گیند پر رکھ لیا اور اسے بھینچنے لگی۔

"اممم" ہاتھ کی گردش تیز ہوتی رہی۔ اس نے اپنی پینٹی ذرا سی سرکائی اور اس کی سائیڈ سے اپنا ہاتھ براہِ راست اپنی فرج پر مسلنے لگی۔۔۔

اس کی سانسیں تیز ہونے لگیں۔۔۔ "اب اور برداشت نہیں ہوتا۔۔۔" وہ بڑبڑائی۔۔۔اس نے ہاتھ پینٹی میں آہستہ سے داخل کر لیا۔۔۔اب اس کی درمیانی انگلی بظر کو ٹٹول رہی تھی۔۔۔۔وہ دانہ جسے موسٹ اروٹک پوائنٹ ہونے کا شرف حاصل ہے۔۔۔لیکن اسے ٹٹولتے ہوئے اسے شگافِ فرج کی نمی کا احساس بھی ہوا۔۔۔جو اس کی انگلی پر لگ کے چکناہٹ میں بدل گیا تھا۔۔۔اس نے آہستہ سے اس چکنے پانی کو بظر پر مسلا۔۔۔بظر چکناہٹ سے تر ہو کر اور لذت آفرین بن گیا۔۔۔۔اس کا ہاتھ تیزی سے چلنے لگا۔۔۔اس کی انگلی کی چکناہٹ اور نمی میں فرج سے

خرج ہوتے پانی سے اضافہ ہوتا چلا گیا۔۔۔"امم۔مم " اس نے پینٹی سے اپنی تر انگلیاں نکالیں۔۔۔اور کپکپاتے ہاتھوں کو اپنی منہ تک لے گئی۔۔۔

درمیانی انگلی اس نے زبان سے مس کی۔۔۔پانی کا نمکین ذائقہ اس کے منہ میں گھلنے لگا۔۔۔شی واز ٹیسٹنگ اٹ فرسٹ ٹائم۔۔۔وہ اسے پہلی مرتبہ چکھ رہی تھی۔

ایکسائٹمنٹ اور بڑھ گیا تھا۔۔۔

اس نے دوبارہ اپنا ہاتھ پینٹی میں ڈالا۔۔۔اب پینٹی اسے رکاوٹ سی معلوم ہونے لگی۔۔۔اس نے جلدی سے کھڑے ہو کر پینٹی خود سے جدا کی۔۔۔برا کے اسٹریپ کھول دیے۔۔۔اور انہیں کمرے کے وسط میں پھینک دیا۔۔۔

اوپر سیڑھیوں پر پڑی شلوار، نیچے پڑی قمیض، اور کمرے کے وسط میں پڑے برا اور پینٹیز ۔۔۔ لباسِ فطرت میں حسن کے شاہکار کو ادھر سے ادھر پھرتے ہوئے۔۔۔لذت کی متلاشی انگلیوں سے اپنی فرج اور نرم گیندوں کو مسلتے ہوئے ۔۔۔ دیکھ رہے تھے۔۔۔اور حیران تھے کہ اس نازک اندام حسینہ نے انہیں کیوں کر خود سے جدا کیا ہے۔

فرج کو مسلتے مسلتے اس نے خود کو صوفے پر گرا دیا۔۔۔اور خود کو اکڑا کر۔۔۔انتہائی جوش کے ساتھ اپنی کمر ہلانے لگی۔۔۔لذت بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔" اوہ۔۔۔افففف" اس نے لذت آمیز آواز نکالی۔۔۔پھر اٹھ کر تھوڑا ٹیڑھا ہوئی۔۔۔اپنی گیلی فرج کو بغور دیکھا۔۔۔پھر

اپنی درمیانی انگلی کو آہستہ سے شگافِ فرج میں داخل کر دیا۔۔۔۔اٹ واز آسم۔۔۔یہ بہت ہی بہترین تھا۔ اس نے اپنی انگلی آگے پیچھے کرتے ہوئے اپنی کمر ہلانا شروع کر دی۔۔۔ایک ردھم میں اس نے خود لذتی کرنی شروع کر دی تھی۔۔۔اس کے منہ سے آہیں اور سسکیاں بلند ہوتی رہیں۔۔۔انگلیاں اندر باہر ہوتی رہیں۔۔۔کمر انگلیوں کی تال پر ہلتی رہی۔۔۔۔گویا کوئی پورن مووی کا سین تھا۔۔۔اس کی کمر کی گولائی صوفے کو چوم رہی تھی۔۔۔

اس نے یک لحظہ آنکھ بند کر کے انتہائی زور و شور سے آوازیں نکالنا شروع کر دیں۔۔۔۔لذت بڑھتی جارہی تھی۔۔۔ایکسائٹمنٹ اور بڑھتا جارہا تھا۔۔۔اس کے فرج کا پانی اب اس کے ہاتھوں کو چکناہٹ بخش رہا تھا۔۔۔۔لذت کیوں نہ بڑھتی۔۔۔ آہ آہ آہ یاہ یاہ یاہ۔۔۔۔اہ اہ اوہ وہ اووووہ اہ آہ۔۔۔۔اممم۔ سسس س س سس۔ آہ۔۔۔اس کی سسکاریاں کمرے میں آزانہ گونجنے لگیں۔

اچانک ایک کھٹکا سا ہوا۔۔۔۔وہ اچھل پڑی۔۔۔اور صوفے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ٹین ٹپر والے۔۔۔۔لوہالو کھنڈ۔۔۔۔شیشی باٹل۔۔۔۔پلاسٹک کے ڈبے۔۔۔" باہر سے ہانک لگی۔۔۔

"اوہ۔ تھینک گاڈ" وہ پر سکون ہوئی۔ اسے احساس ہوا اس کی آوازیں کافی بلند تھیں۔۔۔

"مجھے یہاں نہیں بیٹھنا چاہیے "اس نے سوچا اور اپنی گیلی فرج کو پیار سے دیکھا۔۔اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

" آئی ول گیو یو مور بے بی۔۔۔ I will give you More baby"۔۔۔وہ بڑبڑائی۔۔۔اپنی درمیانی انگلی کو پھر سے فرج کی نمی کے حوالے کیا۔۔۔اور انگلی سے بظر کو مسلتے ہوئے وہ باتھ روم کی جانب چل پڑی۔۔۔

باتھ روم کے فرش پر بیٹھ کر اس نے ٹانگیں کھول دیں۔۔۔باتھ روم کے در و دیوار رشک سے اس کے حسن کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ شی واز اسٹننگ بیوٹی۔۔۔

اس کے ہاتھ پھر سے گیلی اور چکنے پانی سے لبریز فرج سے کھیلنے لگے۔۔۔۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔۔۔ آآہ آہ آہ آہ۔۔۔اممم اممم ممم یاہ اوہ اوہ"

ایکسائٹمنٹ۔۔۔۔

اور بڑھ گیا تھا!!!